ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

# اختر حسین جعفری کے ہاں ابلاغ وابہام کا امتزاج

ڈاکٹر عائشہ مقصود
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

## Abstract

*Akhtar Hussain Jafri, a literary figure, delved into both classical and contemporary trends in literature, refining his own perspective. Jafri's early poetry faced rejection due to stringent critical standards. Consequently, he meticulously curated his collection Aaina Khana to meet these criteria. His free verse, adorned with ornamental language, resonates with rhythm and lyrical beauty. Jafri's poetic craftsmanship mirrors an extraordinary artistry. The resilience of humanity lies in its refusal to accept defeat*

*This attribute of man gives him the courage to fight against the opposing forces to change the situation, but all this is possible at the same time. When a person strongly feels injustice, cruelty and coercion. Here at Akhtar Hussain Jafri, we feel this feeling strongly. But his reaction does not come out in the form of sloganeering. He does not shout slogans, but expresses this oppression in the creative form of metaphor, which does not dim the intensity of the passion, but feels its fire coming to the soul. For the sake of getting justice, man starts knocking on those doors from where injustice is not promoted. Akhtar Hussain Jafari's poetry is a document of his era in which there is an account of both the oppressor and the oppressed.*

**Keyword:** Poetry, free verse, craftsmanship, injustice, sloganeering, symbolic

زبان شعور کی معروضی صورت ہے اور خیال کی براہ راست صداقت ہے، کیوں کہ

> ''خیال صرف لفظ کے مادی پیکر میں ہی وجود رکھ سکتا ہے۔ خواہ کوئی انسان خود سوچے یا اپنے خیالات کا بہ آواز بلند اظہار کرے یا انھیں تحریر میں لائے خیال ہمیشہ الفاظ کے پیکر میں ہی ہوتا ہے۔ زبان کے نتیجے میں خیالات نہ صرف تشکیل پاتے ہیں بلکہ ان کی ترسیل بھی ہوتی ہے اور ادراک بھی۔''(۱)

یوں

> '' الفاظ اور معانی ایک ہی حقیقت کے دو رخ قرار پاتے ہیں۔ معانی کو الفاظ سے جدا اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ معانی کا تصور ذہن میں الفاظ کے بغیر ناممکن ہے۔ تجریدی معانی یعنی ایسے معانی جن کے لیے ذہن نے ابھی الفاظ کا پیرہن نہ بنا ہو محال ہے۔ ذہن انسانی معانی مجردہ کو صرف لفظوں کے پیراہن کے ذریعے قبول کرتا ہے۔''(۲)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

زندگی کے ہر پہلو کی ترجمانی کے لیے انسان کے پاس صرف الفاظ ہیں۔ معانی کو کامیابی کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے کے لیے صحیح اور بر محل اور طرز ادا کا استعمال ضروری ہے۔ زبان خیالات اور شعور سے خارج میں اپنا وجود نہیں رکھتی کہ جب چاہا اس میں اپنی مرضی سے خیال ڈال دیا۔ شعر و ادب میں معنی آفرینی کا بنیادی وسیلہ الفاظ ہوتے ہیں۔

> " ادب میں زبان کا استعمال ایک مخصوص صورت میں ہوتا ہے اس لیے زبان پر مہارت حاصل کیے بغیر ادب کی تخلیق ممکن نہیں۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ محض زبان دانی کسی شخص کو تخلیق کار نہیں بنا سکتی، تخلیقی سرگرمیوں کے لیے قوت متخیلہ، جمالیاتی ادراک اور تخلیقی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"(۳)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

> " اچھی شاعری لفظوں کے حسن اور معنویت کردار کو سمجھے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی کیونکہ آلہ کار کی اہمیت کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن مشکل یہ ہے کہ لفظ کو تجربہ اور تجربے کو لفظ سے غیر متعلق کر کے نہیں دیکھا جا سکتا کہ اگر تجربہ مادی کیفیت کا نام ہے تو لفظ اس کی مادی صورت کا تعین کرتے ہیں۔"(۴)

شاعر پرانے تلازمات کے بندھن توڑ دیتا ہے اور نئے متعلقات دکھا کر ہمارے تجربات کو تازہ صورت پذیری اور تیز بینی عطا کرتا ہے اور اس کے لیے وہ استعارے کا استعمال کرتا ہے۔ گویا

> " استعارہ زبان کے توسیعی استعمال کا نام ہے۔ استعارہ زبان کے معین معانی سے غیر معین معانی کی طرف سفر کر کے زبان میں وسعت معانی حاصل کرتا ہے۔ لفظ اپنے طور پر معین اور محدود ہوتے ہیں لیکن استعارے کی سان پر اس کے تلازماتی رشتے منکشف ہوتے ہیں۔ ہر تلازمہ دوسرے تلازمے کو جنم دیتا ہے یہ سلسلہ جاری رہ کر اس انتہا تک پہنچتا ہے کہ استعارے کی بدولت الفاظ کے گرد معانی اور تلازمات کی دبیز تہیں ہالے کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اسلوب سے لفظ کے معنی وہ نہیں رہتے جو لغت میں رائج ہوتے ہیں۔ اس کا قرینہ شاعر کے ہاتھوں ہی مرتب اور معین ہوتا ہے ۔"(۵)

استعارہ زبان کو زیادہ جسمیت کے ذریعے زیادہ ٹھوس بناتا ہے لیکن استعارہ خود بخود نہیں بنتا کہ اس کی معنویت اس کی تشکیل میں مخفی ہوتی ہے۔ وہ مافی الضمیر کی پردہ پوشی نہیں کرتا بلکہ ذہن کو اس حقیقت کے روبرو کرتا ہے کہ جس کا نظارہ عمومی ادراک کے حلقہ قدرت سے باہر ہوتا ہے کسی بھی حقیقی تجربے کی حرف بہ حرف سچائی کو صرف استعارے ہی کے ذریعے پیش کیا جا سکتا ہے جو اس کو قطعیت کے ساتھ محدود نہیں کرتا بلکہ اس کی لا محدودیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ یہ صرف خیال ہی کو نہیں چھوتا بلکہ خیال کے ساتھ جو جذبات و احساسات وابستہ ہوتے ہیں ان کی شدت اور گہرائی کو بھی ابھارتا ہے۔ اختر حسین جعفری کے یہاں شعری استعارہ عصری آشوب کو پیش کرتے ہوئے تاریخی حسیت کو بروئے کار لاتا ہے۔ ماضی سے حال تک خبر کے تسلسل کو "امتناع کا مہینہ" کے تناظر میں ہمارے سامنے لاتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"میری تقویم میں بھی مہینہ ہے یہ

اس مہینے کئی تشنہ لب ساعتیں، بے گناہی کے کتبے اٹھائے ہوئے

روز و شب بین کرتی ہیں دہلیز پر اور زنجیر در مجھ سے کھلتی نہیں

فرش ہموار پر پاؤں چلتا نہیں

دل دھڑکتا نہیں

اس مہینے میں گھر سے نکلتا نہیں ----

خنک موسم نہیں گزرا

سفر سورج کرتے تو ابر اس کے ساتھ چلتا ہے

(امتناع کا مہینہ)( ٦)

---

خزاں ہے اور خزاں چاہیے معطر خار و خس تک ہو

کسی تقریب ہجر و وصل کے قابل نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔

اسے یہ کہنا لہو کا ہتھیار کند نکلا، مراجعت کی دعا نہ مانگے

اسے یہ کہنا کہ تیرا بیٹا نجات کی آرزو میں اس منزل دعا سے گزر گیا ہے

جہاں ترے اشک بے جزا تھے

جہاں تری قبر بے نشاں ہے

اسے یہ کہنا ۔۔۔۔۔۔سزا کی رات کے طویل دن میں مراجعت کی دعا نہ مانگے

(ایک خط۔آشنا ورثوں کے نام) (٧)

1977ء میں لاگو ہونے والے عسکری بندوبست نے ملک خداداد کو پوری ایک دہائی تک اجتماعی بے بسی میں مبتلا رکھا۔اس دوران میں جو ہاتھ احتجاج کے لیے اٹھا اسے زنجیر پہنا دی گئی۔ جس زبان پر حرف صداقت آیا اسے خاموش کر دیا گیا۔ان ہونٹوں پر مہر سکوت ثبت کر دی گئی۔ذرائع ابلاغ سرکاری اختیار میں تھے تو ان سے وہی کچھ بیان ہوتا جو سرکار کی مرضی کے مطابق ہوتا۔قید و بند کی صعوبتیں شاہی قلعے کے عقوبت خانے، سر عام کوڑوں کی سزائیں۔ نتیجہ ظاہر ہے لوگوں میں پسپائی پیدا ہوئی نظروں کے سامنے ہوتے ہوئے ظلم کو دیکھنا اور خاموش رہنا، باضمیر افراد کو شرمندگی اور خجالت سے دوچار کرنے کا سبب بنا۔اختر حسین جعفری اس صورت حال کو بڑی شدت سے محسوس کرتا ہے۔

عہد ہمارا عہد ملامت عہد خجالت

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ایک اپاہج کی بیساکھی کتنے لنگڑوں کے کام آئے

ہم سب لنگڑے اور اپاہج، سب کے جسموں پر ناسور ہیں اور

اس کے اعجاز کا مرہم کم مقدار ہے صبر طلب ہے اور گراں ہے

(سولی سے عیسیٰ اترے تو۔۔۔)(۸)

جب معاشرے میں کوئی مسیحا دکھائی نہ دے تو انسان غیبی سہارے ڈھونڈتا ہے لیکن جب وہ سہارے بھی کام نہ آ رہے ہوں تو انسان کی بے بسی دیدنی ہوتی ہے۔اختر حسین جعفری اپنے عہد کے جبر کو واقعہ کربلا کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ جہاں ظلم سے ٹکرا کر موت قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔انسانی حقوق کے حصول کی خاطر پھانسی گھاٹ جانے والوں پر اور ان کی خواتین پر کیا گزرتی ہے جعفری اس کی تصویر ہمیں دکھاتے ہیں۔

اب نہیں ہوتیں دعائیں مستجاب

اب کسی ابجد سے زندان ستم کھلتے نہیں

سبز سجادوں پہ بیٹھی بیبیوں نے

جس قدر حرف عبادت یاد تھے پو پھٹنے تک انگلیوں پر گن لیے

اور دیکھا۔۔۔رحل کے نیچے لہو ہے

سطر مستحکم کے اندر سبت و در باقی نہیں

یاالہیٰ مرگ یوسف کی خبر سچی نہ ہو

ایلچی کیسے بلاد مصر سے

سوئے کنعاں آئے ہیں۔

اک جلوس بے تماشا گلیوں بازاروں میں ہے

تعزیہ بر دوش انبوہ ہوا

روزنوں میں سر برہنہ مائیں جس سے مانگتی ہیں منتوں کا اجر،

خوابوں کی زکوۃ

(نوحہ) (۹)

اختر حسین جعفری جانتا ہے کہ کربلا انسانی روح کی جدوجہد کا ایک جاوداں استعارہ ہے۔ جس عہد میں بھی ظلم کی صورت حال ہوتی ہے، انسانی روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔اس کا موثر اور باطنی اظہار یہ اس استعارے کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ یہ واقعہ انسان کی انتہائی جبر میں سے مکمل اختیار کا راستہ پیدا کرنے کی ایک بے پناہ صلاحیت کی ایک روشن آیت ہے۔ یہ واقعہ انسان کو کچلنے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

والے ظلم کے مقابلے میں کبھی نہ کچلے جانے والی انسانیت کی مزاحمت اور اس کا عظیم اثبات ہے۔اس واقعہ میں مظلومیت کو فعال طاقت میں تبدیل کرنے کا راز ہے۔

حق کوشی کی راہوں کی حنابندی شہیدوں کے لہو سے ہوتی ہے۔مختلف تہذیبوں میں اس کی مختلف مثالیں اور سلسلے ہیں۔وہ پر ومیتھیس ہو یا سپارٹیکس یا ابوذر غفاری پر مثال اپنی جگہ اہم اور لائق احترام ہے۔لیکن اسلامی تاریخ میں بالخصوص اور انسانیت کی تاریخ میں بالعموم کوئی قربانی اتنی ارفع اور ہمہ جہت نہیں جتنی کربلا میں پیش کی جانے والی قربانی ہے۔پھر ہمارے یہاں کربلا اجنبی یا نامانوس حوالہ نہیں اختر حسین جعفری اس واقعہ کے ادبی امکانات کی وسعت ڈھونڈتا ہے اور اپنے عہد کے ظلم و جبر کو کربلا کے آئینے میں دیکھتے کہ دکھاتے ہیں۔

حجاز کی سرزمیں یہ اس سال اس قدر بارشیں ہوئی ہیں کہ خشک تالاب

خون ناحق سے بھر گئے ہیں۔

(مقتل کی بازدید) (۱۰)

پھر بہار آئی پھر آئے مقتلوں میں فاتحہ خوانی کے دن

بے صدا قبروں کی لوحیں

مرثیے لکھنے کے دن

پھر وہی پوروں میں خار آگہی کی پرورش

پھر در صبح مقتل پر شبانہ دستکیں

اور چمن آرائیوں میں تازہ تر صف بندیوں میں اس کا لشکر ڈھونڈنا

اس کا چہرہ،اس کا پرچم ڈھونڈنا۔۔۔خون میں ڈوبا ہوا

(پھر بہار آئی) (۱۱)

وہ جو قید خانوں سے بادنوحہ کناں چلی تھی نہیں

وہ جو سبز سرخ قبائیں تھیں۔وہ امانتیں

ورق زمیں پہ خط کشیدہ حروف منزل آگہی-درمدعا کی بشارتیں

وہ امانتیں،وہ سخی لہو کی شہادتیں

اسی سرزمین میں دفن ہیں۔

(ابھی استخواں نہیں بولتے) (۱۲)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

پروفیسر جیلانی کامران کا کہنا ہے کہ انسان میں اگر اور کوئی بات قابل تعریف نہیں تو یہ بات بہر حال قابل تعریف ہے کہ انسان مغلوب ہو کر جینا پسند نہیں کرتا۔انسان کی یہی صفت اسے حالات بدلنے کے لیے مخالف قوتوں سے بر سر پیکار ہونے کی ہمت عطا کرتی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے۔جب انسان کو بے انصافی، ظلم و جبر کا شدت سے احساس ہو۔اختر حسین جعفری کے یہاں ہمیں یہ احساس پوری شدت سے محسوس ہوتا ہے۔لیکن اس کا رد عمل نعرہ بازی کی صورت میں نہیں نکلتا۔وہ نعرہ بازی نہیں کرتا بلکہ استعارہ کے تخلیقی پیکر میں اس جبر کا اظہار کرتا ہے جس سے جذبے کی شدت مدہم نہیں پڑتی بلکہ اس کی آنچ روح تک آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

زمین نے اس سال جتنی گندم اگائی تھی اس میں سنگریزے تھے
خوان محنت پہ نان تازہ سے بوئے کشت فساد آئی
پہاڑ نے اس برس کوئی پھول کوئی پیغام اہل وادی کو جشن نوروز پر نہ بھیجا
نمائش گل نمود سبزہ ہوئی تو آہن گروں نے تختوں پہ طاقچوں پر گلاب کی جگہ قفل رکھے
نمائش گل ہوئی تو بلبل کو قتل در قتل، شاخ تا شاخ مہر تا مہر فاصلوں کی مسافتوں سے نڈھال رکھا

(سالنامہ) (۱۳)

پیام جتنے صبا نے دیے غلط نکلے
کہا جو موجہ آب رواں نے جھوٹ کہا
سفر کا رنج وہی زیر پا زمیں بھی وہی

(آئینہ خانہ۔باب اول۔ نظم ۴) (۱۴)

جبر کے عہد میں اگر کچھ لوگ نا قابل مصالحت جد وجہد کے لیے میدان عمل میں اتر آتے ہیں تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو گوشہ نشیں ہو جاتے ہیں۔ڈاکٹر نجلا عزالدین اپنی کتاب عرب دنیا میں لکھتی ہیں کہ باایں ہمہ جو عذاب یا وبال عرب معاشرے پر باہر سے نازل ہوئے ان سے بھی زیادہ تباہ کن یہ مصیبت تھی کہ اس معاشرہ کی اندرونی قوت تخلیق اور جوش مہمات سرد پڑ گیا۔پر جوش ذہنی شوق تجس جو عہد ماسبق کی خصوصیات بنا ہوا تھا اور اس کے ساتھ حوصلہ مندی کی مسرت مذہبی عقائد اور مرکزیت کے سخت دباؤ کی وجہ سے گھٹ کر رہ گئی۔آزاد خیالی کو دیس نکالا نصیب ہوا اور اس کی جگہ روایت پرستی حکومت کرنے لگی۔صداقت کی بے روک ٹوک جستجو پر الحاد اور بے دینی کی مہر لگ گئی۔اس سے پہلے عہد کے زیادہ بے باک اور جرات مند اشخاص گوشہ گمنامی میں دھکیل دیے گئے یا جلاوطن کر دیے گئے۔کچھ ایسی ہی صورت حال 1977 کے بعد کی دہائی میں نظر آتی ہے۔

بوڑھا بر گر صدے ڈھوتی خستہ قدم مزدور ہوائیں
چرخے کاتتی اندھی مائیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بوریں چھیدتے کن نکلوں سے اپنی آنکھیں اپنے سورج مانگتی ہیں

ٹوکریوں میں تار نفس کی ٹوٹتی لڑیاں یا بے قاعدہ عمروں کی

سکہ سکہ خیرات میں ملتی نادم ساعتیں، منکر گھڑیاں

اب اس سوت کے ناقص زر سے

بر گر کی زنبیل کے قیدی سورج کب واپس ملتے ہیں

(بوڑھے برگد کی زنبیل)(۱۵)

زخم گلو کتنا گہرا ہے

اس سازش سے گہرا جس کے زندانی آفاق کی پھاٹک چلتے چلتے

ہر گھر کے دروازے تک آ پہنچے ہیں

آنے والے تحت ثریٰ میں بند گھروں کے اندر صادق لفظوں کی سرگوشی سن لے

خشت و سنگ، ستاروں، دیواروں سے ہاتھ بڑھاتی فریادوں کو گن لے

(ستارے اہل حق کے ساتھ ہیں)(۱۶)

جبر کے نتیجے میں مجبوری و بے بسی کے ساتھ ساتھ عدم تحفظ کا احساس فروغ پاتا ہے۔ انسان انصاف کے حصول کی خاطر ان دروازوں پر بھی دستک دینے لگتا ہے جہاں سے انصاف نہیں ظلم فروغ پاتا ہے اختر حسین جعفری اس بات کا گہرا شعور رکھتے ہیں کہ ظالم کبھی مظلوم کا ہمدرد نہیں ہوا کرتا۔

زخمی ہاتھوں سے کس کے لیے

دن کی زنجیر ہلاتے ہو

کیا پوچھتے ہو دربانوں سے

اس قصر کے سو دروازوں سے انصاف کا در کس جانب ہے

فریاد سے اس آئینے میں تاریکی اور اترتی ہے

دن اور اجڑتا جاتا ہے

(دن اور اجڑتا جاتا ہے)(۱۷)

پڑا تھا خشک لہو کا اناج منبر پر

زمین حسن کی وصیت قبول کرتی نہ تھی

طیور رزق نوا ہی قبول کرتے نہ تھے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

سوال عدل تھا یا احتجاج تھا کیا تھا

(آئینہ خانہ دل، باب دوم)(۱۸)

مجبور معاشرے میں انسانی حقوق کی آویزش زیادہ واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ وہاں غلط اور صحیح کی پہچان کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان کے درمیان ایک واضح حد فاصل موجود ہوتی ہے جس کے دونوں طرف موجود افراد، خود اپنی اور اپنے مد مقابل کی بھی واضح شناخت رکھتے ہیں۔ لیکن کسی بھی جذبے کو عمل میں ڈھلنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ اختر حسین جعفری اس جذبے کے پھیلاو کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ وہ یہ شعور بھی رکھتا ہے کہ جب میدان عمل سجتا ہے۔ تو بڑی قربانی دنیا پڑتی ہے۔ اپنی، اپنے پیاروں کی قربانی۔

رگ حرف زبوں میں جو چراغ خون سفر میں ہے

ابھی اس نقطہ آخر کے زینے تک نہیں آیا۔

جہاں جلاد کا گھر ہے

جہاں دیوار صبح ذات کے رخنے سے نگہ خشمگیں بارود کی چشمک ڈراتی ہے۔

جہاں سولی کے ممبر پر پیمبر بات کرتے ہیں۔۔۔

کیا زرد شجر کو خط بھیجیں

کیا اس موسم سے میل کریں

جس کے مہتاب تہ دریا، جس کے سورج گرداب میں ہیں

جس کے انجم کشتی کشتی، ساحل ساحل زنجیر ہوئے۔

(کیا زرد شجر کو خط بھیجیں)(۱۹)

اک شعلہ کہ اب تک جنس جاں میں تھا اس کا سرکش شریر

کاغذوں میں مکانوں میں باغوں میں ہے

اس کی مانوس حدت سے ڈرتا ہوں میں

اک آواز کہسار تفریق پر جو صف آرائیں وہ اپنے بھائی نہیں

اس صدارو بصحرا سے ڈرتا ہوں میں

شب سے ڈرتا ہوں میں

(میں غیر محفوظ رات سے ڈرتا ہوں)(۲۰)

اختر حسین جعفری کی شاعری اپنے عہد کی ایسی دستاویز ہے جس میں ظالم مظلوم دونوں کا ہی کھاتہ موجود ہے۔اس فرد عمل کی تیاری میں استعارہ بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہاں موضوع، مواد اور ہیت ایک نامیاتی وحدت میں ڈھل جاتے ہیں۔ لینن نے گوگول کی تحریروں کے بارے میں کہا تھا کہ مجھے روس کے لوگوں کی حالت زار کا اندازہ گوگول کی تحقیقات پڑھ کر ہوا، اگر کوئی شخص ملک خداداد کے لوگوں اور معاشرے کو 1977 کے بعد کی دھائی کے حوالے سے دیکھنا سمجھنا چاہے تو اختر حسین جعفری کی شاعری کے آئینے میں دیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ امانا سس، بحوالہ، سید سجاد ظہیر، مارکسی تنقید، غضنفر اکیڈمی ، کراچی، س ن، ص ۸۴

۲۔ عابد علی عابد، البدیع، مجلس ترقی ادب ، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۷

۳۔ ممتاز حسین، ادبی مسائل، مکتبہ اردو، لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۱۵۸

۴۔ حنیف فوق، افکار، کراچی، مجاز نمبر، مدیر صہبا لکھنوی، شمارہ ۵۸، ص ۱۸۰

۵۔ انیس ناگی، تنقید شعر، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۱۰۵

۶۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء ، ص ۴۶

۷۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۰

۸۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۵۔۵۶

۹۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۷۔۶۸

۱۰۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۳۲۱

۱۱۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۷۰

۱۲۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۴۹

۱۳۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۷۱۔۷۲

۱۴۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۸۵

۱۵۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴۰

۱۶۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۹۔۶۰

۱۷۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۰۔۱۷۱

۱۸۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۷

۱۹۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۳

۲۰۔ اختر حسین جعفری، آخری اجالا (کلیات اختر حسین جعفری)، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۸